ڈاک گھر

جملہ حقوق بحق نرائن دت سہگل اینڈ سنز محفوظ ہیں

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کا زندہ جاوید ڈرامہ

ڈاک گھر

مترجمہ

جمیل احمد کندھاپوری ایم۔ اے

پبلشرز

نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب (معہ آف لاہور)

چوک فتحپوری دہلی

کی پرانی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ———

مادھو۔ کیا؟ بتاؤ تو سہی!

وید۔ ان میں لکھا ہے۔ کہ "گھنٹھیا، فالج، نزلہ، زکام سب کا سبب ایک ہی ہوتا ہے۔"

مادھو۔ اوہ، بھگوان کے لئے اِن لپٹنگوں کی رٹ نہ لگاؤ۔ صاف صاف بتاؤ۔ کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

وید۔ (نسوار سونگھتے ہوئے) مریض کی کافی خبر گیری کرنی چاہئے۔

مادھو۔ مگر کِس طرح خبر گیری کریں۔ یہ تو بتاؤ؟

وید۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کسی حالت میں بھی بچے کو گھر کے باہر نہ جانے دو۔

مادھو۔ غریب بچہ ——— اِسے تمام دن گھر میں بند رکھنا بڑا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

وید۔ اس کے سوا دوسری صورت ہی کیا ہے۔ یہ خزاں کی دھوپ، اور یہ نمی سے بھری ہوئی ہوا، دونوں ہی اس ننھے بچے کے لئے بہت مضر ہیں۔ کیونکہ شاستروں میں لکھا ہے کہ ———

مادھو۔ ہٹاؤ بھی شاستروں کی بکواس۔ کیا دن بھر گھر میں بند رکھنے کے سوا اور کوئی دوسری صورت علاج کی نہیں ہو سکتی؟

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

ویدھ۔ نہیں۔ کیونکہ تیز ہوا ہیں اور دھوپ ہیں۔ ''

مادھو۔ تمہارے "اس میں اور اس میں"، نے تو مجھے پریشان کر ڈالا۔ ان باتوں کو چھوڑ کر تم سیدھے کام کی بات کیوں نہیں کرتے؟ یہ بتاؤ۔ کہ کرنا کیا چاہیئے۔ تمہارے علاج کا طریقہ تو اس بچے کے لئے بہت دشوار ہے وہ اس بیماری اور شدت تکلیف کے باوجود بھی کیسا چپ چاپ رہتا ہے۔ جب وہ دوا پیتے وقت منہ بناتا ہے۔ تو میرا دل کٹنے لگتا ہے۔

ویدھ۔ جتنا زیادہ وہ منہ بنائے۔ اتنا ہی زیادہ دوا کا اثر ہوگا۔ جب ہی تو گورو چیبان نے کہا ہے۔ کہ "دوا اور نصیحت جس قدر تلخ ہو گی۔ اتنی ہی زیادہ مفید ثابت ہو گی" ——— خیر کافی دیر ہو گئی۔ اب مجھے جانا چاہیئے۔ (چلا جاتا ہے)

(جعفر داخل ہوتا ہے)

مادھو۔ لو۔ اب یہ شیطان جعفر نہ جانے کہاں سے آ دھمکا۔

جعفر۔ کیوں میں تمہیں کاٹ تو نہیں کھاؤں گا؟

مادھو۔ نہیں۔ بلکہ تم چھوٹے بچّے کا دماغ خراب کر دیتے ہو۔ تم شیطان ہو۔

جعفر۔ مگر تم تو بچّے نہیں ہو۔ علاوہ ازیں تمہارے گھر میں بھی کوئی بچہ نہیں پھر کیوں خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہو؟

مادھو۔ اوہو! تمہیں نہیں معلوم! میں اپنے ہاں ایک بچہ لے آیا ہوں۔

جعفر۔ خوب! یہ کیسے؟

مادھو۔ تمہیں یاد ہوگا۔ کہ میری بیوی ایک بچّہ کو گود میں لینے کے لئے کس طرح مری جاتی تھی؟

جعفر۔ ہاں! پر وہ تو پرانی کہانی ہے۔ تمہیں تو اس کا یہ خیال پسند نہ تھا۔

مادھو۔ تم تو جانتے ہی ہو۔ بھائی کہ کن مشکلوں سے روپے پیدا کئے جاتے ہیں۔ مجھے اس خیال سے واقعی تکلیف ہوتی تھی۔ کہ کسی دوسرے کا بچّہ میرا مصیبتوں سے جمع کیا ہوا روپیہ برباد کرے۔ مگر اب اس بچّے نے میرے دل کو ایسے عجیب و غریب طریقہ سے موہ لیا ہے ——

جعفر۔ خوب! تو یہ کیفیت ہے۔ اور اب تم نہایت خوشی سے اپنی دولت اس کے لئے جمع کر رہے ہو۔

مادھو۔ پہلے مجھے روپیہ کمانے کی دھن تھی —— بغیر کچھ کمائے ہوئے مجھے چین ہی نہ پڑتا تھا۔ اب بھی میں روپیہ پیدا کرتا ہوں۔ اور جب یہ احساس ہوتا ہے۔ کہ یہ سب اسی پیارے بچے کے لئے ہے۔ تو مجھے حد درجہ مسرت ہوتی ہے۔

جعفر۔ ہاں، مگر تم اس بچے کو لائے کہاں سے؟

مادھو۔ وہ ایک ایسے آدمی کا لڑکا ہے۔ جو برادری کے تعلق سے میری بیوی کا بھائی ہوتا ہے۔ اس کی ماں اس کے بچپن ہی میں مرگئی تھی۔ اور کچھ دن ہوئے۔ کہ اس کا باپ بھی داغِ مفارقت دے گیا۔

جعفر۔ بے چارہ بچہ! اب تو اسے میری اور بھی زیادہ ضرورت ہے۔

مادھو۔ ویدیہ کہتا ہے۔ کہ اس کے جسم کا ہر حصہ ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتا اس کے زندہ رہنے کی بہت کم اُمید ہے۔ علاج کی ایک ہی ترکیب ہے۔ اور وہ یہ کہ اسے خزاں کی دھوپ اور تیز ہوا سے بچایا جائے۔ مگر تم تو مستقل مصیبت ہو! نہ جانے بچوں کو گھر سے باہر نکال لے جانے میں تمہیں کون سا لُطف آتا ہے۔

جعفر۔ خدا مجھ پر رحم کرے! تو گویا میں خزاں کی ہوا اور دھوپ جیسا خطرناک ہوں۔ ہے نا! مگر دوست! مجھے وہ ترکیب بھی آتی ہے جس سے بچوں کو گھر میں رکھا جاسکتا ہے۔ دن کا کام ختم ہولے تو مَیں تمہارے اس بچّہ کے پاس آؤنگا۔ اور اس سے باتیں کرونگا۔ (چلا جاتا ہے)

(امل داخل ہوتا ہے)

امل۔ چاچاجی! چاچاجی!!

مادھو۔ اخاہ! تم ہو امل۔

امل۔ کیا میں ذرا احاطہ کے باہر چلا جاؤں؟

مادھو۔ نہیں، میرے پیارے نہیں۔

امل۔ وہ دیکھو! جس جگہ چاچی چکی میں مسور پیس رہی ہیں۔ وہاں گلہری اپنی دُم اوپر اٹھائے بیٹھی ہے۔ اور اپنے ننھے پنجوں کی مدد سے مسُور کے دانے اٹھا اٹھا کر کُتر رہی ہے۔ کیا میں اس جگہ تک دوڑ کر جا سکتا ہوں۔

مادھو۔ نہیں! میرے پیارے نہیں۔

امل۔ اگر میں گلہری ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا! چاچاجی! تم آخر مجھے گھومنے پھرنے کیوں نہیں دیتے؟

مادھو۔ ویدجی کہتے ہیں، کہ باہر نکلنا تمہارے لئے مضر ہوگا۔

امل۔ مگر ویدجی کو یہ کیسے معلوم ہوا؟

مادھو۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔ ویدجی! اتنی بڑی بڑی کتابیں پڑھتے ہیں۔ انہیں کیوں معلوم نہ ہوگا؟

امل۔ کیا کتابیں پڑھنے سے اسے تمام باتیں معلوم ہو جاتی ہیں؟

مادھو۔ بے شک! تم اتنا بھی نہیں جانتے۔

امل۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) اوہ! میں کس قدر احمق ہوں۔ میں کتابیں نہیں پڑھتا۔

مادھو۔ اب ذرا غور تو کرو۔ بڑے بڑے پڑھے لکھے پنڈتوں کی حالت بھی تمہاری

ہی جیسی ہے۔ وہ بھی کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتے!

امل۔ سچ

مادھو۔ وہ کیسے باہر جا سکتے ہیں؟ صبح شام ہر وقت وہ غور سے کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور کتابوں کے سوا وہ دوسری کسی چیز کا خیال بھی نہیں رکھتے۔ میرے پیارے بچے! بڑے ہو کر تمہیں بھی پنڈت بننا پڑے گا۔ اور پھر تمہیں بھی تمام دن گھر میں بیٹھ کر موٹی موٹی کتابیں پڑھنا ہوں گی۔ لوگ تمہیں دیکھیں گے۔ اور کہیں گے۔ "یہ کتنا قابل آدمی ہے۔"

امل۔ نہیں! نہیں!! اچا چاچی! میں تمہارے چرن چھوتا ہوں میں پڑھا لکھا بننا نہیں چاہتا۔ میں کبھی کچھ نہ پڑھوں گا۔

مادھو۔ بیوقوف نہ بنو۔ اگر میں پڑھا لکھا ہوتا۔ تو آج دنیا میں میری بھی ہر جگہ عزّت ہوتی۔

امل۔ مگر چاچاجی! میں پڑھنے لکھنے کی بجائے ادھر ادھر گھومنا اور دنیا کی تمام چیزوں کو بغور دیکھنا چاہتا ہوں۔

مادھو۔ "دیکھنا چاہتا ہوں"———آخر تم کیا دیکھو گے۔ اور یہاں ہے ہی کون سی چیز دیکھنے کی؟

امل۔ دیکھو! ہماری کھڑکی میں سے دُور ایک پہاڑی نظر آتی ہے۔ میرے

دل میں اکثر یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ میں پہاڑی کے اس پار دُور ــــــ
بہت دُور تک چلا جاؤں۔

مادھو۔ کیسی بے وقوفی کی باتیں کرتے ہو۔ گویا اس پہاڑی کی چوٹی پر چڑھنے اور اُس پار چلے جانے کے سوا دنیا میں اور کوئی کام ہی نہیں ہے چھی! تم عقلمندی کی باتیں نہیں کرتے۔ سنو! جب کہ پہاڑی اس جگہ حدِّ فاصل کی طرح سیدھی کھڑی ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ تم اُس پار نہیں جا سکتے۔ اگر یہ بات نہیں تو آخر اتنے بڑے بڑے پتھروں کا انبار لگانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ سوچو تو!

امل۔ چاچاجی! تمہارا یہ خیال ہے۔ کہ یہ پہاڑی ہمیں اس پار جانے سے روکنے کے لئے ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ چونکہ زمین بول نہیں سکتی اس لئے یہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر ہمیں اپنی طرف آنے کے لئے اشارہ کرتی ہے۔ اور وہ جو بہت دور رہتے ہیں۔ اور اپنی کھڑکیوں میں تنہا بیٹھے رہتے ہیں۔ اور اس اشارہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہ پڑھے لکھے ــــــ

مادھو۔ نہیں! پڑھے لکھے لوگوں کو اس قسم کی خرافات کے لئے وقت نہیں ہوتا ــــ وہ تمہاری طرح سر پھرے نہیں ہوتے۔

امل۔ چاچاجی! تمہیں معلوم ہے۔ کل مجھے ایک آدمی ملا۔ جو میرے ہی

جیسا سر پھرا تھا!

مادھو۔ سچ؟ وہ کون تھا؟

امل۔ اس کے کندھے پر بانس کا ایک ڈنڈا تھا جس کے سرے پر ایک چھوٹی سی گٹھڑی لٹک رہی تھی۔ اور اس کے بائیں ہاتھ میں پیتل کا ایک لوٹا تھا۔ وہ پھٹے پرانے جوتے پہنے تھا۔ اور اس مرغزار میں سے ہوتا ہوا ان پہاڑیوں کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اسے پکار کر پوچھا "تم کہاں جا رہے ہو"؟ تو اس نے کہا "میں نہیں جانتا" میں نے پھر پوچھا "تم کیوں جا رہے ہو"؟ تو اس نے جواب دیا "میں کام کی تلاش میں جا رہا ہوں" ——— بتاؤ چاچا جی! کیا تمہیں بھی کام ڈھونڈنا پڑتا ہے؟

مادھو۔ ہاں، بیشک بہت سے لوگ ملازمت کی تلاش میں مارے مارے پھرا کرتے ہیں۔

امل۔ کتنا اچھا! میں بھی ان کی طرح کام کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومتا پھروں گا۔

مادھو۔ لیکن تلاش کے باوجود بھی کام نہ ملا تو ———

امل۔ تو پھر میں اور بھی آگے نکل جاؤں گا۔ میں نے اس آدمی کو پھٹے پرانے جوتے پہنے ہوئے آہستہ آہستہ جاتے دیکھا ہے۔ جب وہ اس

جگہ پہنچا۔ جہاں پانی انجیر کے درخت کے نیچے بہتا ہے۔ تو وہ رُک گیا۔ اور اپنے پاؤں آبشار میں دھوئے۔ پھر اس نے اپنی گٹھڑی میں سے تھوڑا سا ستّو نکالا۔ اور اسے پانی میں گوندھ کر کھانے لگا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی گٹھڑی باندھ لی۔ اور اپنے کندھے پر لٹکائی۔ اور اپنے کپڑے گھٹنوں سے اوپر سمیٹ کر آبشار کے پار ہو گیا۔ میں نے چاچی سے کہہ دیا ہے۔ کہ میں بھی وہاں جا کر بالکل اسکی طرح ستّو کھاؤنگا۔

مادہو۔ اور تمہاری چاچی نے اس کا کیا جواب دیا؟

امل۔ چاچی نے کہا۔ "تم اچھے ہو لو۔ تو میں اپنے ساتھ تمہیں وہاں لے چلونگی۔" چاچا چاچی! اب باؤ۔ تو میں کتنے دنوں اچھا ہو جاؤنگا؟"

مادہو۔ بہت جلد میرے بچے!

امل۔ سچ؟ تو پھر میں اچھا ہوتے ہی اُسی وقت روانہ ہو جاؤنگا۔

مادھو اور تم جاؤ گے کہاں؟

امل۔ میں ندی نالوں کو پار کرتا ہوا ایک ہی سمت چلتا رہونگا۔ دوپہر کی گرمی میں سب لوگ اپنے دروازے بند کئے سوتے ہونگے، اور میں کام کی تلاش میں آگے چلتا جاؤنگا۔ دُور بہت دُور ———!

مادہو۔ اچھی بات ہے۔ مگر پہلے تم اچھے تو ہو جاؤ۔ پھر ———

امل۔ مگر چاچا جی! پھر تم مجھے پڑھنے لکھنے پر مجبور تو نہ کرو گے؟

مطبوعہ

(یونین پرنٹنگ پریس، اردو بازار۔ جامع مسجد دہلی)

چھٹی بار

قیمت مجلد ۱/۱۲

〃 غیر مجلد ۱/۱۰

مادھو۔ تو اس کے سوا تم کیا کروگے؟

امل۔ ابھی میں کچھ سوچ نہیں سکتا۔ مگر کبھی تمہیں بتا دونگا۔

مادھو۔ اچھا! مگر اس امر کا خیال رکھنا۔ کہ اب آئندہ تم اجنبیوں کو پکار کر ان سے باتیں نہ کروگے۔

امل۔ مگر مجھے تو اجنبیوں سے بات کرنے میں بڑا لطف ملتا ہے۔

مادھو۔ اور اگر وہ تمہیں اٹھا کر لے بھاگیں تو؟

امل۔ تب تو اور بھی لطف آئے گا۔ مگر مجھے تو کوئی بھی بھگا کر نہیں لے جاتا ــــ سب مجھے یہیں ٹھہرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

مادھو۔ اچھا! اب میں اپنے کام پر جاتا ہوں۔ مگر پیارے دیکھو! کہیں باہر نہ نکلنا، ہے نا؟

امل۔ نہیں میں نہ نکلونگا۔ مگر چاچاجی، تم مجھے اس سڑک کے کنارے والے کمرے میں رہنے دو۔ (مادھو چلا جاتا ہے)

(دہی والا داخل ہوتا ہے)

دہی والا۔ دہی لے لو..... دہی لے لو....، تازہ دہی!

امل۔ دہی والے! ارے او دہی والے!

دہی والا۔ کیوں بلاتے ہو؟ کیا دہی خریدوگے؟

امل۔ میں کیسے خرید سکتا ہوں۔ میرے پاس تو پیسے نہیں!

دہی والا۔ کیسا بدمعاش لڑکا ہے۔ فضول بُلایا ہی کیوں؟ جھی انا حق وقت برباد کیا۔

امل۔ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو مَیں تمہارے ساتھ چلتا۔

دہی والا۔ میرے ساتھ؟

امل۔ ہاں! جب میں دور سڑک پر سے تمہاری آواز سنتا ہوں، تو نہ جانے کیوں مجھے اپنا گھر یاد آنے لگتا ہے۔

دہی والا۔ بہنگی کو کندھے سے اُتارتے ہوئے) مگر تمہیں آخر ہو کیا گیا ہے۔ ننھے بچے؟

امل۔ ویدجی کہتے ہیں۔ کہ مجھے باہر نہ نکلنا چاہیئے۔ اس لئے میں تمام دن یہیں بیٹھا رہتا ہوں۔

دہی والا۔ مگر میرے بچّے! تمہیں آخر مرض کونسا ہے؟

امل۔ معلوم نہیں، مَیں پڑھا لکھا تو ہوں نہیں جو یہ بتا سکوں۔ کہ مجھے مرض کونسا ہے۔ اچھا! دہی والے! یہ بتاؤ کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟

دہی والا۔ اپنے گاؤں سے!

امل۔ اپنے گاؤں سے؟ کیا وہ بہت دُور ہے؟

دہی والا۔ ہمارا گاؤں شاملی دریا کے کنارے پنچ مورا پہاڑ کے دامن میں ہے۔

امل ۔ پینچ مورا پہاڑ! شالی دریا! بڑی عجیب بات ہے۔ شاید مَیں نے
تمہارا گاؤں دیکھا ہے، یاد نہیں آتا کب!!

دہی والا۔ کیا تم ہمارا گاؤں دیکھ چکے ہو؟ ان پہاڑوں کے دامن میں
جا چکے ہو؟

امل ۔ نہیں، مَیں وہاں گیا نہیں۔ مگر مجھے خیال آتا ہے۔ کہ مَیں نے اسے
کبھی دیکھا ہے۔ تمہارا گاؤں عین لال سڑک کے کنارے اونچے اونچے
پرانے درختوں کے نیچے آباد ہے، ہے نا؟

دہی والا۔ ٹھیک ہے بچے!

امل ۔ اور پہاڑی کے ڈھلان پر مویشی چرتے رہتے ہیں۔

دہی والا۔ کیسی عجیب و غریب بات ہے۔ ہمارے گاؤں میں مویشی چرتے
ہوئے ——— ہاں! ہاں!! بالکل ٹھیک ہے۔

امل ۔ اور تمہارے گاؤں کی عورتیں لال لال ساڑھیاں پہنے ہوئے دریا
سے اپنے گگرے بھر کر، اپنے سروں پر لے جاتی ہیں۔

دہی والا۔ بالکل ٹھیک ہے! ہمارے گاؤں کی عورتیں ضرور دریا پر آتی ہیں،
اور پانی بھر کر لے جاتی ہیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک سرخ ساڑھی
تو نہیں ہوتی۔ مگر میرے بچے! تم ضرور کبھی نہ کبھی گھومتے گھامتے
وہاں گئے ہوگے۔

چوکیدار۔ یہ ہنگامہ کیا مچا رکھا ہے؟ کیا تم چوکیداروں سے نہیں ڈرتے؟

امل۔ نہیں تو! مَیں کیوں ڈرنے لگا؟

چوکیدار۔ اور اگر مَیں تمہیں، مارچ کرنے کا حکم دے دوں تو؟

امل۔ تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟ کیا دُور، بہت دور، پہاڑیوں کے اس پار؟

چوکیدار۔ اور جو مَیں تمہیں سیدھا بادشاہ کے پاس لے جاؤں؟

امل۔ بادشاہ کے پاس! کیا سچ مچ لے چلو گے؟ مگر ویدجی مجھے باہر نہ نکلنے دیں گے ـــــــ کوئی مجھے یہاں سے نہیں لے جاسکتا۔ مجھے تمام دن اس کمرہ میں رہنا پڑتا ہے۔

چوکیدار۔ ویدجی تمہیں باہر نہیں نکلنے دیتے! اب سمجھا۔ جب ہی تمہارا چہرہ زرد ہو گیا ہے۔ اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے ہیں۔ اور تمہارے پتلے پتلے ہاتھوں کی رگیں اُبھر آئی ہیں۔

امل۔ چوکیدار! کیا تم اپنا گھڑیال نہ بجاؤ گے؟

چوکیدار۔ ابھی وقت نہیں آیا۔

امل۔ کیسی عجیب بات ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں "ابھی وقت نہیں آیا" اور کچھ لوگ کہتے ہیں "وقت گذر بھی چکا"، مگر یقیناً تمہارا وقت تو اسی وقت آئے گا۔ جب تم گھڑیال بجادو!۔

چوکیدار۔ یہ بات نہیں! مَیں تو اسی وقت گھڑیال بجاتا ہوں۔ جب وقت

آتا ہے۔

امل۔ ہاں! مجھے تمہارے گھڑیال کی آواز بڑی پیاری معلوم ہوتی ہے۔ جب دوپہر ہوتی ہے۔ اور ہم کھانا کھا چکتے ہیں۔ چاچا جی! اپنے کام پر چلے جاتے ہیں۔ اور چاچی جی رامائن پڑھتے پڑھتے سو جاتی ہیں۔ اور صحن کی دیوار کے سایہ میں ہمارا کتا دم میں اپنی ناک سمیٹ کر سو جاتا ہے۔ اس وقت تمہارا گھڑیال بجتا ہے۔ "ٹن! ٹن! ٹن!" بتاؤ تو چوکیدار! تمہارا گھڑیال آخر کیوں بجتا ہے؟

چوکیدار۔ میرا گھڑیال لوگوں کو یہ بتانے کے لئے بجتا ہے۔ کہ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ بلکہ ہمیشہ گزرتا رہتا ہے۔

امل۔ کدھر؟ کس جانب؟

چوکیدار۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔

امل۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کوئی وہاں گیا نہیں! میرے دل میں بہت خواہش ہوتی ہے۔ کہ وقت کے ساتھ اڑ کر اس دیس کو چلا جاؤں جس کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا۔

چوکیدار۔ ہم سب کو ایک نہ ایک دن وہاں جانا ہے۔ میرے بچے!

امل۔ کیا مجھے بھی؟

چوکیدار۔ ہاں! تمہیں بھی!

امل۔ مگر ویدجی تو مجھے نکلنے نہیں دیتے۔
چوکیدار۔ ممکن ہے۔ ویدجی ایک روز خود تمہارا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے جائیں۔
امل۔ وہ نہیں لے جائیں گے۔ تم انہیں نہیں جانتے۔ وہ ہمیشہ مجھے کمرے کے اندر رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔
چوکیدار۔ ایک اس سے بھی زیادہ طاقتور آدمی آتا ہے۔ اور ہمیں آزاد کر دیتا ہے
امل۔ وہ بڑے ویدجی میرے پاس کب آئیں گے؟ میں اب یہاں اور زیادہ نہیں رہ سکتا۔
چوکیدار۔ اس طرح کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ میرے بچے!
امل۔ نہیں! ویدجی کی ہدایت کے مطابق میں ہر وقت یہیں رہتا ہوں۔ اور ذرا بھی قدم باہر نہیں نکالتا۔ مگر جب تمہارا گھڑیال بجتا ہے۔ ٹن ٹن ٹن! تو یہ آواز میرے دل میں اتر جاتی ہے —————— سمجھتے ہو نا چوکیدار؟
چوکیدار۔ ہاں! میرے بچے!
امل۔ اچھا! ذرا یہ تو بتاؤ۔ سڑک کے اس پار جو بڑا سا گھر ہے جس پر ایک جھنڈا لہرا رہا ہے، اور جہاں لوگ ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہاں آخر کیا ہوتا ہے؟
چوکیدار۔ ادھو وہاں! وہ تو نیا ڈاک گھر ہے۔

امل ڈاک گھر؟ وہ کس کا ہے؟

چوکیدار۔ بادشاہ کا اور کِس کا!

امل۔ کیا بادشاہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چٹھیاں یہاں آتی ہیں؟

چوکیدار۔ ہاں! ہاں! کسی دِن تمہارے نام بھی کوئی چٹھی وہاں آ سکتی ہے۔

امل۔ میرے نام؟ مگر مَیں ابھی چھوٹا سا بچہ ہوں۔

چوکیدار۔ بادشاہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوٹی چھوٹی چٹھیاں بھیجتا ہے۔

امل۔ اوہو! یہ تو نہایت مزے کی بات ہے۔ بتاؤ تو آخر میرے نام چٹھی کب آئے گی۔ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا۔ کہ بادشاہ مجھے چٹھی لکھے گا؟

چوکیدار۔ یہ بات نہ ہوتی تو وہ اپنا ڈاک گھر جس پر سنہرا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ عین تمہاری کھڑکی کے سامنے کیوں بناتا؟

امل۔ مگر بادشاہ کی چٹھی مجھے لاکر دے گا کون؟

چوکیدار۔ بادشاہ کے بہت سے ڈاکیے ہیں۔ کیا تم نے انہیں سینوں پر گول تمغے لگائے اِدھر اُدھر آتے جاتے نہیں دیکھا؟

امل۔ وہ کہاں جایا کرتے ہیں؟

چوکیدار۔ وہ یہاں گھر گھر چٹھیاں پہنچایا کرتے ہیں۔

امل۔ بڑا ہو جانے پر میں بھی بادشاہ کا ڈاکیہ بنوں گا۔

چوکیدار۔ ہاہاہا! ڈاکیہ بنو گے! دھوپ اور بارش میں غریب امیر سب کے

گھر چٹھیاں پہنچانا بڑا سخت کام ہے ۔

امل ۔ یہی تو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے ۔ تم آخر مسکراتے کیوں ہو ؟
ہاں اس میں شک نہیں تمہارا کام بھی بڑا سخت ہے ۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے وقت جب تمام سناٹا چھایا رہتا ہے ۔ تو تمہارا گھڑیال بجتا ہے ، "ٹن! ٹن! ٹن" اور رات کو جب کبھی اچانک میری آنکھیں کھل جاتی ہیں ۔ اور ہمارا لیمپ بجھا ہوا ہوتا ہے ۔ تو اس وقت بھی میں اندھیرے میں تمہارے گھڑیال کو آہستہ آہستہ بجتے ہوئے سنتا ہوں ۔
"ٹن! ٹن! ٹن!"

چوکیدار ۔ وہ لوگ گاؤں کا مکھیا ادھر آرہا ہے) اب مجھے بھاگنا چاہیئے ۔ اگر اس نے مجھے اس طرح باتیں کرتے ہوئے پکڑ لیا ۔ تو آسمان سر پر اٹھا لیگا ۔

امل مکھیا ؟ کدھر ہے وہ ؟

چوکیدار ۔ وہ دیکھو! دور سڑک کے اس طرف! تاڑ کے پتوں کی بڑی سی چھتری لگائے ہوئے وہ ادھر آرہا ہے ۔

امل میرا خیال ہے بادشاہ ہی نے اسے یہاں کا مکھیا مقرر کیا ہے ۔

چوکیدار ۔ نہیں! نہیں! وہ بہت بدمعاش آدمی ہے ۔ لوگوں کو تنگ کرنے کے اسے اتنے طریقے معلوم ہیں ۔ کہ ہر شخص اس سے خوفزدہ رہتا ہے ، اس کے لئے سب سے بڑی تفریح یہ ہے ۔ کہ لوگوں کو مصیبتوں میں پھنسایا کرے

اچھا! اب میں چلا۔ بہت سا کام پڑا ہے۔ کل صبح میں پھر آؤں گا۔
اور تمہیں قصبہ کی تمام خبریں سناؤں گا۔

(چوکیدار چلا جاتا ہے)

امل۔ بادشاہ کی لکھی ہوئی چٹھی ہر روز میرے نام آئے۔ تو کیسا اچھا ہو! میں کھڑکی میں بیٹھ کر انہیں پڑھا کروں گا۔ مگر اوہ —— مجھے تو پڑھنا آتا ہی نہیں! انہیں پڑھ کر مجھے سنائے گا کون؟ —— چاچی راماٹن پڑھتی ہیں۔ شاید وہ بادشاہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چٹھیاں پڑھ سکیں، اگر کوئی نہ پڑھ سکے گا۔ تو میں انہیں حفاظت سے جمع کرتا جاؤں گا۔ اور بڑا ہونے پر پڑھوں گا لیکن اگر ڈاکیہ ہی مجھے نہ ڈھونڈ سکے۔ تو —— (مکھیا کو دیکھ کر)
مکھیا جی! مکھیا جی! ذرا میری بات تو سُن لینا!

مکھیا۔ یہ سڑک پر میرے پیچھے شور کون مچا رہا ہے؟ اوہو! تم ہو، کم ظرف بندر!

امل۔ مکھیا جی! تمہارا تو سب کہا مانتے ہوں گے؟

مکھیا۔ (خوش ہو کر) ہاں! ہاں! کیوں نہیں! میرا حکم ماننا لوگوں کا فرض ہے۔

امل۔ کیا بادشاہ کے ڈاکئے بھی تمہارا کہا مانتے ہیں؟

مکھیا۔ ہاں ہاں۔ ضرور! بھگوان کی قسم! میں دیکھو تو ــــ

امل۔ کیا تم ڈاکیہ سے کہہ دو گے۔ کہ کھڑکی کے پاس بیٹھنے والا لڑکا امل ہے؟

مکھیا۔ لیکن اس سے فائدہ۔

امل۔ شائد میرے نام کی کوئی چٹھی آئے۔

مکھیا۔ تمہارے نام کی! لیکن تمہیں آخر چٹھی لکھے گا کون؟

امل شائد بادشاہ لکھے۔

مکھیا۔ ہا ہا ہا! تم بھی کیسے سیدھے لڑکے ہو! ہا ہا ہا! بادشاہ لکھے گا تمہیں! ٹھیک ہے، تم اس کے جگری دوست ہو نا! بہت دنوں سے تم اس سے نہیں ملے، اور مجھے یقین ہے، بادشاہ کو تمہارے بغیر کسی طرح چین نہ آتا ہوگا ــــ اچھا! کل تک ٹھہرو! تمہارے نام اس کی چٹھی آجائے گی۔

امل۔ کیوں مکھیا جی! تم مجھ سے اس طرح کیوں باتیں کرتے ہو؟ تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گئے۔

مکھیا۔ نہیں! میں کیوں ناراض ہونے لگا۔ تم بادشاہ سے خط و کتابت کرو۔ ــــ یہ مادھو آج کل بڑا شیطان ہے۔ تھوڑی سی دھن دولت کیا جمع کر لی۔ دن رات اپنے گھر میں بادشاہ اور مہاراج کے چرچے

انتساب

والدہ ماجدہ کی خدمت میں

ہدیۂ عقیدت

جمیل احمد کندھانپوری

کرنے لگا! ذرا وہ مجھے ایک بار مل جائے۔ تو میں اسے اس کا مزہ چکھادوں۔
اور تم بدمعاش لڑکے! میں بادشاہ کی چٹھی تمہارے پاس بھجوادوں گا۔

ہاں، ہاں ضرور!

امل نہیں نہیں! مکھیا جی تم اس کے لئے فکر نہ کرنا۔

مکھیا۔ واہ کیوں نہیں! میں بادشاہ سے تمہارا حال کہونگا۔ اور وہ دیر نہ لگائے گا۔ اسی وقت اس کا ایک سپاہی تمہاری خبر کو آئے گا۔ اس کم بخت مادھو نے تو شرارت کی حد کر دی۔ اگر بادشاہ کے کانوں تک خبر پہنچ جائے۔ تو وہ اُس حماقت کا مزہ اس کو چکھادے۔

(مکھیا چلا جاتا ہے)

امل۔ تم کون ہو۔ جو اس طرف چل رہی ہو! تمہارے کڑوں کی جھنکار کیسی پیاری ہے۔ ذرا دیر ٹھہرو ——— نہیں ٹھہروگی؟

(ایک لڑکی داخل ہوتی ہے)

لڑکی۔ مجھے دیر ہو رہی ہے، میرے پاس ذرا بھی وقت نہیں۔

امل۔ اچھا! تم ٹھہرنا نہیں چاہتیں! میں بھی اب یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا!

لڑکی۔ تم مجھے کسی دیر سے نکلنے والے صبح کے ستارے کی یاد دلا رہے ہو تمہارا کیا حال ہے۔

امل۔ میں نہیں جانتا۔ وید جی مجھے باہر نہیں نکلنے دیتے۔

لڑکی۔ تو پھر بھگوان کے لئے باہر نہ نکلو ـــــ ویدجی کی بات ماننی چاہیئے۔
ـــــ اگر تم شرارت کروگے تو لوگ تم سے ناراض ہوجائینگے میرا خیال
ہے۔ اس طرح ہر وقت کھڑکی کے باہر جھانکتے جھانکتے تم ضرور تھک جاتے
ہوگے ـــــ لاؤ مَیں تمہاری کھڑکی ذراسی بند کردوں!

اِمل۔ نہیں، نہیں، بند نہ کرنا! صرف یہی ایک کھڑکی تو کھلی ہے۔ اور تمام
کھڑکیاں تو بند ہیں ـــــ اچھا مجھے یہ بتاؤ۔ تو تم کون ہو؟
شائید میں تمہیں نہیں جانتا!

لڑکی میں سُدھا ہوں۔

امل۔ کون سی سُدھا!

سُدھا۔ تم نہیں جانتے؟ یہاں کے پھول بیچنے والی لڑکی۔

امل۔ تم کرتی کیا ہو۔

سُدھا۔ مَیں اپنی ٹوکری میں پھول جمع کرتی ہوں۔

امل۔ اوہو! پھول جمع کرتی ہو؟ جب ہی تمہارے پاؤں اتنے خوب صورت
معلوم ہوتے ہیں۔ اور تمہارے کڑوں سے ایسی اچھی جھنکار نکلتی ہے۔
میرا جی چاہتا ہے۔ مَیں بھی باہر گھومتا پھرتا اور تمہارے لئے کچھ پھول
ایسی اونچی اونچی ڈالیوں سے توڑ دیتا۔ جو مشکل سے نظر آسکتی ہیں۔

سُدھا۔ کیا سچ مچ پھول توڑ دیتے؟ کیا تم پھولوں کے بارے میں اتنا جانتے ہو۔

جتنا میں جانتی ہوں۔

امل۔ ہاں! کیوں نہیں۔ میں پریوں کی کہانی والی چمپا اور اس کے سات بھائیوں کو جانتا ہوں؟ اگر لوگ مجھے باہر نکلنے دیں۔ تو میں سیدھا گھنے جنگل میں چلا جاؤں، جہاں تم راستہ بھی تلاش نہیں کر سکتیں۔ اور جہاں شہد چوسنے والی چڑیا پتلی پتلی شاخوں پر جھومتی رہتی ہے۔ وہاں میں بھی چمپا کی صورت میں کھل جاتا! کیا تم میری بہن پارول بنو گی۔

سُدھا۔ بڑے احمق ہو! میں بہن پارول کیسے بن سکتی ہوں۔ جبکہ میں سُدھا ہوں۔ اور میری ماں ساسی ہے، پھول بیچنے والی؟ مجھے دن میں بہت سے ہار گوندھنے پڑتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر میں تمہاری طرح یہاں آرام سے بیٹھ سکتی۔

امل۔ یہاں بیٹھ کر تم تمام دن کرتیں کیا؟

سُدھا۔ میں مزے سے اپنی گڑیا بنیائے دُلہن اور منی بلی سے کھیلتی! اچھا دیر ہو رہی ہے۔ اب مجھے جانا چاہیئے۔ اگر اور ٹھہری۔ تو ایک پھول بھی نہ مل سکے گا۔

امل۔ کچھ دیر اور ٹھہر جاؤ! تمہارا یہاں رہنا مجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔

سُدھا۔ اچھا! اچھا! مگر شرارت نہ کرنا چُپ چاپ اطمینان سے لیٹے رہنا پھول لے کر گھر واپس جاتے وقت میں یہاں پھر آؤں گی۔ اور تم سے

باتیں کر دوں گی۔

اہل۔ اور اس وقت کیا تم مجھے ایک پھول لینے دو گی؟

سُدھا۔ نہیں! مَیں کیسے دے سکتی ہوں، اس کی تو قیمت دینی پڑتی ہے۔

اہل۔ بڑا ہونے پر، کام کی تلاش میں دریا کے اس پار جانے سے پہلے میں تمہیں دام دے دوں گا۔

سُدھا۔ بہت اچھا! مجھے منظور ہے۔

اہل۔ تم پھول جمع کر کے میرے پاس آؤ گی نا؟

سدھا۔ ہاں!

اہل سچ!

سدھا۔ ہاں ضرور!

اہل۔ مجھے بھول تو نہ جاؤ گی۔ مَیں ہوں اہل! یاد رکھنا!

سدھا۔ مَیں نہیں بھولوں گی۔ تم دیکھ لینا (سدھا چلی جاتی ہے)

(لڑکوں کی ایک ٹولی داخل ہوتی ہے)

اہل۔ کہو بھائیو! تم سب کدھر جا رہے ہو؟ ذرا کچھ دیر میرے پاس تو ٹھہرو۔

ایک لڑکا۔ ہم کھیلنے جا رہے ہیں۔

اہل۔ تم لوگ کون سا کھیل کھیلو گے؟

ایک لڑکا۔ ہم لوگ ہل چلانے والے کسان بن کر کھیلیں گے۔

دوسرا لڑکا۔ (ایک لکڑی دکھا کر) یہ ہماری "پھالی" ہے۔

تیسرا لڑکا۔ اور دو دونوں بیلوں کی جوڑی ہیں۔

امل کیا تم سب دن بھر کھیلتے رہو گے؟

ایک لڑکا۔ ہاں! دن بھر!

امل اور تم شام کو دریا کے کنارے والی سڑک سے گھر واپس آؤ گے؟

ایک لڑکا۔ ہاں!

امل۔ گھر واپس جاتے ہوئے تم اس جگہ سے تو ضرور گذرتے ہو گے؟

ایک لڑکا۔ آؤ! ہمارے ساتھ کھیلو، ہاں ہاں آؤ!!

امل۔ ویدجی مجھے باہر نکلنے نہیں دیتے۔

ایک لڑکا۔ ویدجی! تو گویا تم ویدجی کا کہنا مانتے ہو؟ اچھا! اب ہمیں چلنا چاہیئے۔ بہت دیر ہو گئی۔

امل۔ ابھی نہ جاؤ۔ یہیں سڑک پر کھیلو۔ میں یہیں سے تماشہ دیکھوں گا۔

ایک لڑکا۔ یہاں ہم کیا کھیل سکتے ہیں۔؟

امل۔ میرے ان تمام کھلونوں سے کھیلو۔ جو یہاں پڑے ہوئے ہیں —— لے لو انہیں، میں اکیلا ان سے نہیں کھیل سکتا۔ یہ پڑے پڑے خراب ہوئے جاتے ہیں۔ اور نہ میرے کسی کام کے نہیں۔

سب لڑکے۔ (خوش ہو کر) اہاہا! اہاہا! کتنے اچھے کھلونے ہیں! یہ دیکھو! یہ جہاز ہے —— اور یہ بوڑھی ماں جٹائی ہے —— اور یہ دیکھو یہ سپاہی کیسا شاندار ہے! کیا تم ہمیں یہ سب کھلونے دے دو گے؟ تمہیں خیال تو نہ ہو گا؟

امل۔ نہیں، بالکل نہیں! تم شوق سے انہیں لے لو!

ایک لڑکا۔ تم پھر انہیں واپس تو نہ لو گے؟

امل نہیں! نہیں! مجھے ان کی ضرورت نہیں!

ایک لڑکا۔ کیا تم پر ان کے لئے ڈانٹ تو نہ پڑے گی!

امل۔ نہیں۔ مجھے کوئی نہ ڈانٹے گا۔ مگر تم روز ان سے میری کھڑکی کے سامنے کھیلو گے؟ جب یہ پرانے ہو جائیں گے۔ تو میں تمہارے لئے نئے کھلونے منگوا دوں گا

ایک لڑکا۔ ہاں ہاں! ہم ضرور کھیلیں گے —— سُنو تو سہی، ذرا ان سپاہیوں کو ایک قطار میں تو کھڑا کر دو۔ ہم لڑائی لڑائی کھیلیں گے۔ مگر بندوق ہم کہاں سے لائیں؟ اوہو! یہ نے کا ٹکڑا بندوق کا کام دے دے گا۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ تمہیں نیند آ رہی ہے —— تم تو اُونگھ رہے ہو!

امل۔ ہاں مجھے نیند سی آ رہی ہے۔ نہ جانے کیوں کبھی کبھی میری ایسی حالت

ہوجاتی ہے۔ مَیں اس جگہ بہت دیر سے بیٹھا ہوں۔ اور بہت تھک گیا ہوں۔ میری پیٹھ بھی دُکھنے لگی ہے۔

ایک لڑکا۔ ابھی تو دوپہر بھی نہیں ہوئی، تمہیں نیند کیوں آرہی ہے ــ لوسنو! گھڑیال کی آواز آرہی ہے۔

امل ہاں! یہ ٹن ٹن ٹن سُن کر مجھے نیند سی آنے لگتی ہے۔

ایک لڑکا۔ اچھا تو اب ہمیں چلنا چاہیے۔ کل صبح ہم پھر آئیں گے۔

امل مگر جانے سے پہلے ایک بات تو بتا دو! تم لوگ تو ہمیشہ گھومتے پھرتے ہو۔ کیا تم بادشاہ کے ڈاکیوں کو جانتے ہو؟

سب لڑکے۔ ہاں! ہاں! اچھی طرح سے۔

امل ۔ مجھے ان کے نام تو بتا دو۔

ایک لڑکا۔ ایک تو بدل ہے۔

دوسرا لڑکا۔ دوسرا اسرت ہے۔

تیسرا لڑکا۔ وہ بہت سے ہیں۔

امل اگر میرے نام کی کوئی چٹھی ہوگی۔ تو کیا وہ مجھے پہچان لیں گے۔

ایک لڑکا۔ ہاں! لفافہ پر تمہارا نام درج ہوگا۔ تو وہ تمہیں ڈھونڈ لیں گے۔

امل۔ کل صبح جب تم آؤ۔ تو ان ڈاکیوں میں سے ایک کو اپنے ساتھ

لینے آنا۔ تاکہ وہ مجھے پہچان لے!

سب لڑکے۔ اچھا ہم لیتے آئیں گے۔

(پردہ گرتا ہے)

ڈاک گھر

دوسرا ایکٹ

(امل بستر پر لیٹا ہے)

امل۔ چاچاجی! کیا میں آج کھڑکی کے پاس نہیں جاسکتا؟ کیا وید جی اس پر خفا ہو جائیں گے۔

مادھو۔ ہاں پیارے! دیکھتے نہیں! روز روز اس جگہ بیٹھ کر تم نے اپنی حالت پہلے سے بھی زیادہ خراب کرلی ہے۔

امل۔ معلوم نہیں۔ اس جگہ بیٹھنے سے طبیعت زیادہ خراب ہوگئی ہے یا کسی اور وجہ سے۔ مگر جب تک میں بیٹھا رہتا ہوں۔ طبیعت بہت

بشاش رہتی ہے۔

مادھو۔ نہیں، یہ ٹھیک نہیں! تم وہاں بیٹھ کر ہر قسم کے آدمیوں سے باتیں کیا کرتے ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی میلہ سا لگا ہوا ہے، میرے بچے! ایسی حالت میں صحت سنبھلی نہیں رہ سکتی۔ دیکھو نا! تمہارا چہرہ کیسا زرد ہو گیا ہے۔

امل۔ چاچاجی! مجھے خوف ہے۔ میرا فقیر گزر جائے گا۔ اور مجھے کھڑکی پر نہ پائے گا۔

مادھو۔ تمہارا فقیر! —— یہ آخر ہے کون؟

امل۔ وہ آیا کرتا ہے، اور جن ملکوں سے ہو آیا ہے، ان کے قصے مجھے سناتا ہے۔ مجھے اس کی باتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔

مادھو۔ یہ کیسی بات ہے؟ میں تو کسی فقیر کو نہیں جانتا۔

امل۔ چاچاجی! وہ ٹھیک اسی وقت آیا کرتا ہے۔ میں تمہارے چرن چھو کر کہتا ہوں، تھوڑی دیر کے لئے اُسے مجھ سے باتیں کرنے کے لئے بُلا دو۔ (جعفر فقیر کے بھیس میں داخل ہوتا ہے)

امل۔ اوہو! تم آگئے فقیر! آؤ، آؤ، میرے پاس آؤ۔

مادھو۔ ارے، یہ تو ——

جعفر۔ (آنکھ جھپکاتے ہوئے) میں ہی فقیر ہوں۔

دیباچہ

ٹیگور کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے۔ کہ اس نے ایک صوبجاتی۔ زبان کو "جہان گیر" زبان کا رتبہ بخش دیا ——— اور یہ وہ شرف ہے جو اب تک ڈانٹے (DANTE) کے سوا دنیا کے دوسرے ادیب و شاعر کو حاصل نہیں ہوا تھا۔

اس نے بربط ادب کے ہر تار کو چھیڑا۔ اور اس سے نہایت لطیف اور دلنشین نغمہ پیدا کیا۔ دنیا اسے شاعر کی حیثیت سے جانتی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس کی شہرت بڑی حد تک اس کی کیف آور نظموں کی مرہون منت ہے

مادھو۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم کیا ہو۔ اور کیا نہیں ہو۔

امل۔ تم کہاں سے ہو کر آ رہے ہو فقیر؟

فقیر۔ طوطوں کے جزیرے سے! ابھی میں وہیں سے آ رہا ہوں۔

امل۔ طوطوں کے جزیرے سے!

فقیر۔ تمہیں اس قدر تعجب کیوں ہوتا ہے۔ میں تمہاری طرح تھوڑا ہی ہوں۔ سفر میں آخر خرچ تو ہوتا نہیں۔ میرا جی چاہتا ہے چلا جاتا ہوں ——

امل۔ (تالی بجا کر) کیسے مزے کی بات ہے! تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا؟ جب میں اچھا ہو جاؤں۔ تو مجھے اپنے ساتھ ضرور لے چلنا۔

فقیر۔ ہاں! ہاں! میں ضرور ساتھ لے چلوں گا۔ اور مسافروں کے بہت سے ایسے منتر بتا دوں گا۔ کہ جنگل ہو۔ یا سمندر، یا پہاڑ ہو کہیں بھی کوئی تمہارا راستہ نہ روک سکے گا۔

مادھو۔ یہ کیسی بے معنی باتیں ہیں؟

فقیر۔ میرے بچے! سمندر ہو یا پہاڑ، میں کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا لیکن جب تمہارا یہ چچا اور وید دونوں مل جاتے ہیں۔ تو مجھے تمام جادو منتر کے باوجود بھی شکست مان لینی پڑتی ہے۔

امل۔ نہیں! چاچا جی وید جی کو کچھ نہ بتائیں گے —— اور میں چپ

چاپ لیٹے رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ مگر جس روز میں بالکل اچھا ہو جاؤنگا۔ اسی روز فقیر کے ساتھ چل پڑوں گا۔ اور پھر سمندر یا پہاڑ یا جنگل کوئی چیز بھی مجھے نہ روک سکے گی۔

مادھو۔ چھی! پیارے بچے! ہر وقت جانے کی رٹ نہ لگاؤ۔ تمہاری اس قسم کی باتوں کو سُن کر مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے۔

امل۔ فقیر! بتاؤ تو سہی، طوطوں کا جزیرہ ہے کیسا؟

جعفر۔ یہ جادو کا ملک ہے — وہاں صرف چڑیاں ہی چڑیاں نظر آتی ہیں، آدمی ایک بھی نہیں، اور وہ نہ ہماری طرح چلتی پھرتی ہیں۔ اور نہ بولتی ہیں — بس وہ اڑا کرتی ہیں۔ اور گایا کرتی ہیں۔

امل۔ کیا یہ "جزیرہ" کسی سمندر کے کنارے ہے۔

جعفر ہاں سمندر کے بالکل بیچ میں۔

امل۔ اور کیا وہاں سرسبز پہاڑیاں ہیں؟

جعفر۔ ہاں! وہ سبز پہاڑیوں کے بیچ میں رہتی ہیں۔ اور آفتاب غروب ہوتے وقت جب پہاڑیوں پر سُرخ رنگت دوڑ جاتی ہے، اس وقت ہرے ہرے پروں والی چڑیاں اڑ اڑ کر اپنے گھونسلوں کو جاتی ہیں۔

امل۔ کیا وہاں پانی کے جھرنے بھی ہیں؟

جعفر۔ ہاں کیوں نہیں، کوئی پہاڑی بغیر جھرنوں کے تھوڑے ہی ہوتی ہے۔

ارے۔ وہاں کے جھرنے تو بالکل پگھلے ہوئے ہیرے معلوم ہوتے ہیں، اور میرے پیارے، میں کیا بتاؤں، وہ کس انداز سے ناچتے ہوئے گرتے ہیں، جب وہ تیزی سے سنگریزوں پر سے گذر کر سمندر کی طرف جاتے ہیں۔ تو کچھ عجیب سا نغمہ پیدا ہوتا ہے، کوئی وید ایک منٹ کے لئے بھی ان کا راستہ نہیں روک سکتا —— وہاں چڑیاں مجھے بے پروں والا ایک حقیر جاندار سمجھتی تھیں۔ اور مجھ سے راہ رسم بڑھانا پسند نہیں کرتی تھیں۔ یہ بات نہ ہوتی، تو میں ان کے گھونسلوں کے بیچ میں اپنے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا بنا لیتا۔ اور سمندر کی لہریں گن گن کر اپنی زندگی گزار دیتا ——!

امل۔ کاش! میں بھی چڑیا ہوتا تب ——!

جعفر۔ مگر میں نے سنا ہے۔ کہ تم دہی والے سے یہ طے کر چکے ہو، کہ بڑے ہو کر تم دہی بیچا کرو گے —— میرے بچے! چڑیوں میں تو تم یہ کام نہ کر سکو گے، اور تمہیں بڑا گھاٹا رہے گا۔

مادھو اُف! حد ہوگئی! تم دونوں کی باتیں سُن کر تو میں پاگل ہو جاؤنگا، لو میں چلا!

امل چاچا جی! کیا دہی والا یہاں ہو گیا؟

مادھو بیشک ہو گیا! وہ آخر پاگل تو نہیں، جو خواہ مخواہ طوطوں کے جزیرہ میں

گھونسلے گھونسلے تمہارے فقیر کے پیغامات پہنچاتا پھرے —— مگر
وہ تمہارے لئے دہی کی ایک کڑھائی رکھ گیا ہے۔ اور کہہ گیا ہے، کہ وہ
اپنی بھتیجی کی شادی کے انتظام میں مشغول ہے۔ اور اسے "کملی پاڑہ" جاکر
باجوں کا سامان کرنا ہے۔

امل۔ لیکن اپنی ننھی بھتیجی سے تو وہ میری شادی کرے گا۔

جعفر۔ میرے بچے! اب تو ہماری سمجھ کچھ کام نہیں کرتی۔

امل۔ اس نے کہا تھا۔ کہ میری ننھی سی دُلہن بنے گی، اس کے جسم میں لال لال
ساڑھی ہوگی۔ اور کانوں میں موتیوں کے بُندے —— صبح کو وہ خود
اپنے ہاتھوں سے کالی گائے کو دُوہے گی۔ اور گرم گرم دودھ مجھے
مٹی کے پیالے میں پلائے گی۔ اور شام کو گایوں کے باڑے میں
چراغ دکھایا کرے گی۔ اور جب اسے ان کاموں سے فرصت ہو
جائے گی۔ تو میرے پاس بیٹھ کر مجھے چمپا اور اس کے بھائیوں کی
کہانی سُنایا کرے گی۔

جعفر۔ واہ واہ! کیسی اچھی بات ہے۔ مجھ جیسے سنیاسی کے منہ میں بھی
پانی آرہا ہے۔ مگر خیر، میرے پیارے، اس شادی کا کچھ خیال نہ کرو۔
—— اسے ہو جانے دو —— میں کہتا ہوں جب
تم شادی کروگے۔ تو اس کے گھر میں بھتیجیوں کا کال نہ ہوگا۔

مادھو۔ چُپ بھی رہو ——— اب مَیں یہ باتیں برداشت نہیں کر سکتا۔

(مادھو چلا جاتا ہے)

امل فقیر! اب تو چاچا جی چلے گئے۔ بتاؤ تو۔ بادشاہ نے میرے نام کی چٹھی ڈاک گھر میں بھجوائی ہے ؟

جعفر۔ میرا خیال ہے۔ بادشاہ کی چٹھی روانہ ہو چکی ہے۔ اور ابھی راستہ میں ہے ،

امل۔ راستہ میں! کس جگہ ؟ اس سڑک پر تو جو درختوں کے بیچ میں پیچ و تاب کھاتی ہوئی چلی جاتی ہے ——— جس پر چل کر تم جنگل میں پہنچ جاتے ہو۔ جب کہ بارش کے بعد آسمان بالکل صاف ہو جاتا ہے ،

جعفر۔ ہاں ہاں وہی ہے ——— تم کو تو سب کچھ معلوم ہی ہے۔

امل۔ مَیں سب کچھ جانتا ہوں

جعفر۔ یہ تو مَیں بھی دیکھ رہا ہوں۔ مگر تمہیں سب باتیں معلوم کس طرح ہو جاتی ہیں ؟

امل۔ نہ جانے کیسے ؟ مگر تمام باتیں مجھے معلوم ضرور ہو جاتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گذرے ہوئے دنوں میں کبھی نہ کبھی میں نے اس سڑک کو دیکھا ضرور ہے کب ——— ؟ یہ مَیں ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ وہاں

بادشاہ کا ڈاکیہ پہاڑی پر سے اُتر کر آتا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ میں لالٹین ہوتی ہے۔ اور کمر پر چٹھیوں کا تھیلا ہوتا ہے۔ وہ نہ جانے کب سے ادن اور رات ہمیشہ یوں ہی اُترتا رہتا ہے۔ اور پہاڑی کے دامن میں جس جگہ جھرنا ندی سے مل جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ کنارے والی سڑک پر ہو رہتا ہے، اور ارہر کے کھیتوں میں چلتا رہتا ہے۔

—— اس کے بعد گنے کے کھیت آتے ہیں۔ اور وہ اس پتلی راہ میں غائب ہو جاتا ہے اجو اونچے اونچے گنوں کے بیچ میں ہے،

—— اس کے بعد وہ کھلے مرغزاروں میں پہنچ جاتا ہے اجہاں جھینگر شور مچاتے ہیں۔ اور جہاں ایک آدمی بھی نظر نہیں آتا ——

—— صرف آبی پرندے نظر آتے ہیں۔ جو اپنی دُم ہلا ہلا کر چونچوں سے کیچڑ میں سوراخ کرتے رہتے ہیں، میں اس کو اپنی طرف آتے ہوئے محسوس کرتا ہوں، اور میری خوشی کی حد نہیں رہتی —— !

جعفر۔ میری آنکھیں اب تمہاری آنکھوں جیسی تیز نہیں، مگر تم مجھے یہ سب کچھ دیکھنے کے قابل بنا دیتے ہو۔

امل۔ اچھا! بتاؤ تو فقیر! کیا تم بھی اس بادشاہ کو جانتے ہو جس کا یہ ڈاک گھر ہے ؟

جعفر۔ ہاں! جانتا ہوں ——— مَیں ہر روز اس کے پاس بھیک مانگنے جاتا ہوں۔

امل۔ اوہ ——— ! اچھا ہو جانے پر مَیں بھی ضرور اس سے بھیک لینے جاؤں گا ——— ٹھیک ہے نا؟ وہ دے دے گا نہ فقیر ——— ؟

جعفر۔ تمہیں مانگنے کی ضرورت نہیں، میرے پیارے، وہ خود ہی تمہیں دے دے گا۔

امل۔ نہیں! مَیں اس کے دروازے پر جا کر زور سے کہونگا ——— "جے ہو بادشاہ کی" ——— اور جب طنبورہ بجے گا۔ تو میں اسکی آواز پر ناچتا ہوا بھیک مانگونگا ——— یہ ٹھیک ہو گا نہ فقیر؟

جعفر۔ یہ تو بہت ٹھیک ہو گا ——— اور اگر تم میرے ساتھ رہے تو مجھے بھی پورا حصّہ مِل جائے گا ——— مگر تم بادشاہ سے مانگو گے کیا میرے بچے؟

امل۔ مَیں کہوں گا ——— مجھے اپنا ڈاکیہ بنا دے۔ تاکہ مَیں ہاتھ میں لالٹین لے کر گھر گھر چٹھیاں بانٹتا پھروں! مجھے تمام دن گھر میں بیکار پڑا نہ رہنے دے۔"

جعفر۔ میرے بچے! اگر تم تمام دن گھر ہی میں رہو، تو اس میں آخر غم کی

کون سی بات ہے ؟

امل۔ نہیں! غم کی بات نہیں ——— پہلے پہلے جب لوگوں نے مجھے اس گھر میں بند رہنے پر مجبور کیا۔ تو دن بہت بڑا معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب سے بادشاہ کا ڈاک گھر سامنے بن گیا ہے۔ تو میں گھر ہی میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں ——— اور جب میں خیال کرتا ہوں، کہ ایک نہ ایک دن بادشاہ کی چٹھی میرے نام آئے گی۔ تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اور تنہائی کا خیال نہیں ہوتا ——— نہ جانے میں بادشاہ کی چٹھی پڑھ سکوں گا یا نہیں ؟

جعفر۔ نہ بھی پڑھ سکے تو کیا ہوگا؟ ——— کیا اتنا ہی کافی نہیں۔ کہ خط پر تمہارا نام لکھا ہوگا۔

(مادھو داخل ہوتا ہے)

مادھو۔ تمہیں کچھ خبر ہے؟ تم دونوں نے مجھے کس مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے ؟

جعفر۔ کیوں؟ آخر بات کیا ہے ؟

مادھو۔ تم دونوں نے یہ خبر پھیلا دی ہے، کہ بادشاہ نے اس جگہ اپنا ڈاک گھر اس لئے قائم کیا ہے، کہ تم دونوں کو ہمیشہ چٹھیاں بھیجا کرے۔

جعفر۔ تو اس میں آخر ہرج ہی کیا ہے ؟

مادھو۔ ہمارے مکھیا پنچانن نے یہ خبر، بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دی ہے،

جعفر۔ کیا ہم اس سے واقف نہیں۔ کہ ہر بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچ جاتی ہے ؟

مادھو۔ تو پھر احتیاط کیوں نہیں کرتے ہو ——— خواہ مخواہ بادشاہ کا نام کیوں لیا کرتے ہو؟ اگر یہی حال رہا۔ تو میں برباد ہو جاؤں گا۔

امل۔ کیا بادشاہ ناراض ہو جائے گا فقیر؟

جعفر۔ ناراض ——— ! تم ایسے بچے، اور مجھ جیسے فقیر سے؟ نہیں، نہیں!

امل۔ فقیر! آج صبح سے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا جاتا ہے، ہر چیز خواب جیسی نظر آتی ہے ——— میرا جی چپ چاپ رہنے کو چاہتا ہے ——— بات کرنے میں جی نہیں لگتا ——— کیا بادشاہ کی چٹھی نہ آئے گی ——— کہیں یہ کمرہ پگھل کر بہ تو نہ جائے گا۔

جعفر (امل کو پنکھا جھلتے ہوئے) چٹھی آج ضرور آجائے گی۔ میرے بچے ——— !

(ویدیہ داخل ہوتا ہے)

ویدیہ۔ آج طبیعت کیسی ہے بچے؟

امل۔ (مُسکرا کر) آج تو میں بہت ہی اچھا ہوں ویدیہ جی! ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے سارا درد جاتا رہا۔

(مادھو سے علیحدہ لے جا کر کہتا ہے) مجھے اس کا اس طرح مُسکرانا اور بالکل اچھا ہو جانے کا احساس کرنا۔ یہ اچھے آثار نہیں نظر آتے ——— چکرِ دھن نے کہا ہے۔۔۔۔

مادھو۔ بھگوان کے لئے چکر دھن کا ذکر چھوڑ دو ——— یہ بتاؤ کہ کیا ہونے والا ہے؟

ویدیہ۔ آپ اسے زیادہ دیر بند نہیں رکھ سکتے ——— مَیں نے تو قبل ہی تاکید کر دی تھی ——— معلوم ہوتا ہے۔ پھر ہوا لگ گئی۔

مادھو۔ نہیں! مَیں نے تو اس کی ہر طرح سے حفاظت کی ہے ——— کبھی اسے دروازہ کے باہر بھی جانے نہیں دیا۔ اور تمام کھڑکیاں بھی ہر وقت بند رکھی گئی ہیں۔

ویدیہ آج ہوا میں کچھ عجیب کیفیت ہے ——— جب میں تمہارے یہاں داخل ہونے لگا۔ تو ہوا کا ایک نہایت تیز جھونکا تمہارے سامنے

مگر وہ صرف ایک شاعر ہی نہ تھا بلکہ ایک کامیاب ناولسٹ، ایک بلند مرتبہ مختصر افسانہ نویس اور ایک لائقِ رشک ڈرامانگار بھی تھا! ان تمام اصنافِ ادب میں اس نے اپنی جدّتِ طبع اور ترقی پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کی خوبیاں اسی جگہ ختم نہیں ہو جاتیں ـــــ شاعر، ناولسٹ، مختصر افسانہ نویس اور ڈرامانگار کے علاوہ وہ ایک چابکدست مصوّر ایک ماہرِ فنِ نغمہ ساز (COMPOSER) ایک شفیق معلّم اور آتشِ بیان خطیب بھی تھا ـــــ اور ہمارا خیال ہے۔ شاید ہی دنیا کے کسی اور ادیب و شاعر میں بیک وقت اتنی خوبیاں جمع ہوئی ہوں۔

ڈراما سے ٹیگور کو خاص شغف تھا۔ اور وہ نہ صرف لکھتا ہی تھا۔ بلکہ بعض کرداروں کا پارٹ بھی خود ہی ادا کرتا تھا۔ ابھی اس نے میدانِ ادب میں قدم رکھا ہی تھا کہ شکسپیئر کے مشہور ڈراما میکبتھ (MACBETH) کو کامیابی کے ساتھ بنگالی زبان میں منتقل کیا ـــــــ ۱۸۸۰ء میں وہ یورپ سے ہندوستان واپس آیا۔ اور ایک ہی سال بعد اپنا پہلا غنائی ڈراما "بالمیکی" پیش کیا۔ اور اسٹیج پر بالمیکی کا پارٹ خود ادا کیا۔ اس ڈرامے نے بنگال کے ادیبوں کو جتا دیا کہ آسمانِ ادب پر ایک اور ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ جس کی تابناکی بہت جلد دوسرے ستاروں کو ماند کر دے گی۔

اپنی زندگی میں ٹیگور نے بہت سے ڈرامے لکھے ـــ قربانی، ڈاک گھر، کفارہ، شادی، پھاگن، راجہ رانی، ناچ، پاپ بھوت، وقت کا سفر، موج نجات، وغیرہ مگر

کے دروازہ سے آیا، یہ بہت ضرر رساں ہے ——— بہتر ہوگا
اگر تم اسی وقت اس دروازہ کو بند کر دو ——— اگر اس کی وجہ سے
دو، تین روز تک تمہارے ملنے والے نہ آسکیں تو کیا ہرج ہے؟
اگر کوئی کسی خاص ضرورت سے آنا چاہے، تو اُس کے لئے پیچھے
کا دروازہ موجود ہے ——— تم اس کھڑکی کو بھی بند کر دو.
تو اچھا ہے۔ اس سے دھوپ اندر آتی ہے۔ اور مریض سو
نہیں سکتا ———!

مادھو۔ امل نے آنکھیں بند کر لی ہیں ——— شاید وہ سو گیا ———
اس کے چہرے سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ——— ویدجی! میں
نے ایک دوسرے شخص کے بچے کو گود میں لیا۔ اور اپنے بچے کی
طرح اس سے محبت کرتا ہوں ——— مگر اب نہ جانے، کیوں مجھے
یہ وہم ہونے لگا ہے ——— کہ یہ لڑکا مجھ سے جدا ہو جائیگا۔

وید۔ یہ لو ——— تمہارا مکھیا چلا آرہا ہے ——— میں اب چلا ———
تم باہر نکل کر دروازہ کو اچھی طرح بند کرا دینا ——— گھر پہنچ کر
میں فوراً ایک خوراک تیز دوا بھیج دوں گا۔ وہ پلا دینا شاید یہ
دوا اسے بچا سکے۔

(مادھو اور وید چلے جاتے ہیں)

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

(ٹمکھیا داخل ہوتا ہے)

ٹمکھیا۔ کیوں! لونڈے!

جعفر۔ (جلدی سے اُٹھتے ہوئے) شش! خاموش رہو!

امل۔ نہیں فقیر ــــ کیا تم یہ سمجھے۔ کہ میں سو گیا ہوں ــــ میں تو بیدار تھا ــــ میں تو سب کچھ سُن سکتا ہوں ــ اور دُور ــــ بہت دُور کی آوازیں بھی ــــ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ماتا اور پتا جی میرے سرہانے بیٹھے ہوئے۔ مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔

(مادھو داخل ہوتا ہے)

ٹمکھیا۔ کیوں! مادھو ہ سنا ہے۔ آج کل تمہیں بہت دُور دُور کی سوجھنے لگی ہے۔

مادھو۔ مجھ سے دل لگی نہ کرو۔ ٹمکھیا جی، ہم غریب لوگ ہیں۔

ٹمکھیا۔ مگر تمہارا لڑکا جو بادشاہ کی چٹھی کی راہ دیکھ رہا ہے!

مادھو۔ اس کی بات کا خیال نہ کرو ــــ یہ تو نادان بچّہ ہے،

ٹمکھیا۔ واہ کیوں نہیں ــــ! بادشاہ کو تم سے اچھا خاندان کہاں ملنے لگا ــــ دیکھتے نہیں، اس نے اپنا نیا ڈاک گھر ٹھیک تمہاری کھڑکی کے سامنے بنوا دیا ہے ــــ

ابے لونڈے! یہ لے بادشاہ نے تیرے نام چٹھی بھیجی ہے

امل۔ (خوشی سے اُٹھتے ہوئے) سچ مچ لائے ہو؟

مُکھیا۔ جھوٹ کیوں ہونے لگا —— تم تو بادشاہ کے پیارے دوست ہونا؟ —— یہ لو اپنی چٹھی (سادہ کاغذ کا ایک ٹکڑا دکھاتے ہوئے) ہاہاہا! ہاہاہا!!

امل مُکھیا جی! میری ہنسی نہ اڑاؤ —— بتاؤ نا فقیرا! کیا یہ سچ مچ بادشاہ کی چٹھی ہے؟

جعفر۔ ہاں! میرے پیارے، یہ بادشاہ ہی کی چٹھی ہے۔

امل۔ مگر مجھے کچھ نظر کیوں نہیں آتا —— یہ تو بالکل سادہ دکھائی دیتا ہے —— مُکھیا جی! اس چٹھی میں کیا لکھا ہے؟

مُکھیا۔ بادشاہ نے لکھا ہے —— میں بہت جلد تم سے ملنے کو آ رہا ہوں —— میرے لئے بُھنے ہوئے چاول تیار رکھنا یہاں کے کھانے مجھے اب اچھے نہیں لگتے —— ! ہاہاہا! —— ہاہاہا!!

مادھو (ہاتھ جوڑ کر) مُکھیا جی! میں التجا کرتا ہوں، اس قسم کی دل لگی نہ کرو!

جعفر۔ واہ ــــــــ دل لگی کی تم نے خوب کہی ـــ بھلا اس کی مجال ہے۔ جو دل لگی کرے۔

مادھو۔ تمہارا دماغ بھی خراب تو نہیں ہو گیا جعفر؟

جعفر۔ دماغ خراب ہو گیا! ــــ خیر یہی سہی! ـــــ میں تو صاف صاف بادشاہ کی یہ چٹھی پڑھ سکتا ہوں، کہ وہ شاہی طبیب کے ساتھ امل سے ملنے کے لئے بہت جلد آئیگا۔

امل۔ فقیر! فقیر! ذرا سنو تو۔ بادشاہ کی نفیری کی آواز آرہی ہے۔ نا ــــ؟

ٹکھیا۔ ہا ہا ہا ــــ ابھی وہ نفیری کی آواز نہیں سن سکتا ــ ذرا اس کا دماغ اور خراب ہو جائے۔ تو اس کے بعد سُن سکے گا۔

امل۔ ٹکھیا جی! میں تو سمجھتا تھا، تم مجھ سے ناراض ہو ــــ اور مجھے پیار نہیں کرتے ــــ میرا تو گمان بھی نہ تھا۔ کہ تم بادشاہ کی چٹھی لاکر مجھے دو گے ــــ لاؤ میں تمہارے پاؤں کی گرد صاف کر دوں۔

ٹکھیا۔ اس لڑکے میں تمیز کی بُو ہے ــــ کچھ سر پھرا، مگر دل کا بہت اچھا ہے۔

امل۔ شاید چوتھا پہر اب ختم ہو رہا ہے ـــــ وہ دیکھو! گھڑیال

بج رہا ہے ـــــ ٹن، ٹن، ٹن ـــــ ٹن، ٹن، ٹن،
ـــــ کیا شام کا ستارہ نکل آیا؟ ـــــ لیکن مجھے کچھ نظر
کیوں نہیں آتا؟

جعفر۔ اوہ ـــــ! ساری کھڑکیاں بند ہیں۔ میں انہیں کھولے
دیتا ہوں۔

(باہر سے دستک کی آواز آتی ہے)

مادہو۔ یہ کیسا شور ہے؟ ـــــ کون ہے؟

(باہر سے آواز آتی ہے "دروازہ کھولو")

مادھو۔ مکھیاجی! تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ ڈاکو تو نہیں؟

مکھیا۔ کون ہے؟ ـــــ کون اس طرح شور مچا رہا ہے ـــ؟
میں ہوں پنچاین مکھیا! ـــــ میرے سامنے اس طرح ہنگامہ
کرتے ڈر نہیں لگتا؟ ـــــ (قدرے توقف کے بعد) یہ لو،
شور بند ہو گیا ـــــ بھلا کسی کی مجال ہے۔ جو پنچاین کی
موجودگی میں شور کر سکے!

مادہو۔ (کھڑکی میں سے جھانکتے ہوئے) شور تو سچ مچ بند ہو گیا! شاید
وہ باہر کا دروازہ توڑ چکے ہیں،

(شاہی نقیب اندر داخل ہوتا ہے)

نقیب۔ بادشاہ سلامت آج رات یہاں تشریف لائیں گے!

مادھو۔ ہے بھگوان!

امل رات کو کس وقت، نقیب؟

نقیب دوسرے پہر کے شروع ہوتے ہی۔

امل جب میرا دوست چوکیدار شہر کے دروازہ پر اپنا گھڑیال بجائیگا۔
ٹن، ٹن، ٹن! ٹن، ٹن، ٹن!

نقیب۔ ہاں! اسی وقت، بادشاہ سلامت نے اپنا خاص طبیب اپنے ننھے دوست کے علاج کے لئے بھیجا ہے۔

(شاہی طبیب داخل ہوتا ہے)

شاہی طبیب۔ یہ کیا؟ یہ تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کیوں ہیں؟ کھول دو انہیں ——— (امل کے جسم پر ہاتھ رکھ کر) تمہاری طبیعت کیسی ہے بچے؟

امل۔ میں بہت اچھا ہوں ——— سارا درد جاتا رہا — کیسی اچھی ہوا آرہی ہے ——— اب میں ان ستاروں کو دیکھ سکتا ہوں، جو اندھیرے میں جگمگ جگمگ کر رہے ہیں۔

شاہی طبیب۔ آدھی رات کے وقت جب بادشاہ سلامت یہاں تشریف لائیں گے ——— تو کیا تم اس وقت بستر سے اٹھنے کے قابل ہو سکو گے؟

امل۔ ہاں، ہاں! ــــ مَیں تو ایک مدّت سے چلنے پھرنے کیلئے بے تاب ہو رہا ہوں ــــ مَیں بادشاہ سے یہ دریافت کروں گا۔ کہ قطب تارا کہاں ہے؟ ــــ مَیں نے اسے کئی مرتبہ دیکھا۔ تو ضرور ہو گا ــــ مگر مجھے ٹھیک معلوم نہیں، وہ کون سا ہے؟

شاہی طبیب۔ وہ تمہیں سب کچھ بتا دیں گے ــــ (مادہو سے) بادشاہ سلامت تشریف لانے والے ہیں! کمرے کو پھولوں سے خوب سجا دو (ٹھکیا کی طرف اشارہ کرکے) اس شخص کو ہم یہاں نہیں رہنے دیں گے۔

امل۔ نہیں، نہیں! اسے یہاں رہنے دو۔ وہ تو میرا دوست ہے۔ اسی نے بادشاہ کی چٹھی لا کر دی تھی۔

شاہی طبیب۔ اچھا! اگر وہ تمہارا دوست ہے، تو ٹھیر سکتا ہے۔

مادھو۔ (امل کے کان میں آہستہ آہستہ کہتا ہے) میرے بچے! بادشاہ تم سے پیار کرتا ہے ــــ وہ خود یہاں آ رہا ہے، اس سے کوئی قیمتی چیز مانگ لینا ــــ تم تو جانتے ہی ہو، ہم غریب لوگ ہیں!

امل تم فکر نہ کرو، چاچا جی! مَیں اس کے متعلق سوچ چکا ہوں!

مادہو۔ کیا سوچا ہے، میرے بچے؟

امل۔ مَیں اس سے کہونگا۔ کہ وہ مجھے اپنا ڈاکیہ بنادے، تاکہ میں دُور دُور اس کی چٹھیاں بانٹتا پھروں۔

مادہو۔ افسوس! کیا تمہیں صرف اتنا ہی کہنا ہے۔

امل۔ چاچاجی! بادشاہ جب آئیگا۔ تو آپ اُسے نذرانہ کیا دینگے؟

نقیب۔ بادشاہ سلامت نے بھنے ہوئے چاول کی فرمائش کی ہے۔

امل۔ بھنے ہوئے چاول! مکھیاجی! تم ٹھیک کہتے تھے۔

مکھیا۔ اگر تم میرے گھر خبر بھجوادو۔ تو میں بادشاہ کے لئے نہایت اچھے.....

شاہی طبیب۔ نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔ اب سب لوگ خاموش ہوجاؤ بچے کو نیند آرہی ہے —— مَیں اس کے سرہانے بیٹھونگا۔ —— وہ سویا جاتا ہے —— چراغ گل کردو —— صرف ستاروں کی روشنی کافی ہے۔ چپ! وہ سوگیا!!

مادہو۔ (جعفر سے) تم اس طرح ہاتھ باندھے چُپ کیوں کھڑے ہو، مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ بتاؤ نا! یہ کیسے شگون ہیں! یہ لوگ آخر کمرے کو اندھیرا کیوں کر رہے ہیں؟ صرف ستاروں کی روشنی سے کس طرح کام چل سکتا ہے۔

جعفر۔ چپ! کافر!!

(سدھا داخل ہوتی ہے)

سُدھا۔ اہل!

شاہی طبیب۔ وہ سو رہا ہے۔

سُدھا۔ مَیں اس کے لئے پھول لائی ہوں! کیا مَیں یہ پھول اس کے ہاتھ میں دے سکتی ہوں؟

شاہی طبیب۔ ہاں، دے دو۔

سُدھا۔ وہ بیدار کب ہوگا؟

شاہی طبیب۔ جب بادشاہ سلامت تشریف لاکر اسے پکاریں گے۔

سُدھا۔ تم میری طرف سے ایک بات اس کے کان میں کہہ دو گے؟

شاہی طبیب۔ کیا؟

سُدھا۔ کہ "سُدھا تمہیں نہیں بھُولی"!

(پردہ گرتا ہے)

ان تمام ڈراموں میں ڈاک گھر کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ اور یہ ڈراما دنیا کے مشہور ڈراموں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ڈاک گھر ٹیگور نے ۱۹۱۲ء میں لکھا۔ اور دو سال بعد مارچ ۱۹۱۴ء میں دیوبرت مکرجی نے اس کو انگریزی جامہ پہنایا۔ اس انگریزی ترجمے کا دیباچہ مشہور انگریزی شاعر ڈبلیو۔ بی ییٹس (W-B-YEATS) نے لکھا ہے۔

ڈاک گھر نہ صرف ہندوستان کے اندر بلکہ سمندر پار بھی کئی مرتبہ اسٹیج ہو کر عوام سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔ ۱۹۱۷ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا سالانہ اجلاس کلکتہ میں منعقد کیا گیا۔ اور اس جلسہ کی صدارت اینی بیسینٹ نے کی۔ وطن پرست ٹیگور اس جلسہ میں شریک ہوا۔ اور یہاں اس نے اپنی مشہور نظم "ہندوستان کی پرارتھنا" پڑھی۔ اسی موقع پر اس کا زندہ جاوید ڈراما "ڈاک گھر" بھی اسٹیج کیا گیا۔ مہاتما گاندھی، مالویہ جی، مسز بیسینٹ، آنجہانی تلک، غرضیکہ ملک کے تمام سربرآوردہ رہنماؤں نے اس ڈرامے کو دیکھا۔ اور بہت پسند کیا۔

اس سے پیشتر ۱۹۱۳ء میں یہ ڈراما لنڈن میں بھی اسٹیج کیا گیا۔ وہاں لوگوں کی متفقہ رائے یہ ٹھہری کہ اس تمثیل میں نہایت گہری ایلیگوری (ALLE-GORY) پوشیدہ ہے۔ مگر ڈبلیو۔ بی ییٹس (W-B-YEATS) کا خیال ہے۔ کہ اسکا مفہوم جذباتی اور سادگی آمیز زیادہ ہے۔ اور ذہنی (INTELLECTUAL) کم!

ڈرامے کا مرکزی کردار امل ایک کمسن بچہ ہے۔ جو بستر مرگ پر دم توڑ رہا ہے

ملک الشعراء ایشیاء

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے مایۂ ناز شاہکار

میرا بچپن: ہندوستان کے مایۂ ناز شاعرِ اعظم رابندر ناتھ ٹیگور کے خود اپنے قلم سے لکھا ہوا ان کا بچپن ہمیں کمال خوشی اور مسرت سے یہ اعلان کرنے کا موقع ملا ہے۔ کہ مشہور زمان ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے بچپن کے سچے اور عجیب و غریب حالات زندگی اردو دان طبقہ تک پہنچانے میں ہم کامیاب ہوئے ہیں۔ ایسی بینظیر تصنیف جس کا آپ نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ شاعر کے بچپن میں انہیں بھوتوں کا خوف ستاتا رہا ہے۔ شاعر بچپن میں بگھی میں بیٹھ کر نکلتا رہا ہے۔ شاعر کے بچپن کا کلکتہ علم و ادب میں گنگا جمنی ادیبوں کا عجیب و غریب ملاپ، غرضیکہ اس قسم کی ہزار ہا باتوں کا دلکش بیان جو آپ کے مطالعہ میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ زبان بچوں تک کے سمجھنے کے قابل اور خیالات بڑوں کی کشش کا باعث۔ بچے اسے چھوڑنا نہیں چاہتے اور بڑے اس سے الگ ہونا پسند نہیں کرتے، زیر طبع

سرگوشیاں: ڈاکٹر صاحب مرحوم کی ایک چھوٹی سی مگر لاجواب کتاب بڑے بردز کا ترجمہ ہے۔ مترجمہ جمیل احمد صاحب کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے قیمت ۱۰/

ماسٹرجی: ڈاکٹر صاحب کا بہترین افسانہ مترجمہ۔ احسان بی۔ اے زیر طبع

تاج: یہ بھی ایک ماسٹر پیس افسانہ ہے مترجمہ احسان بی۔ اے، زیر طبع

کون کسی کا: ڈاکٹر صاحب کا نہایت ہی زبردست ناول ہے، یہ کتاب انسانی زندگی کی ایسی دلدوز اور دردناک ٹریجڈی ہے۔ جسے پڑھ کر آپ بے اختیار رو پڑیں گے۔ ترجمہ اللہ احسان بی۔ اے آنرز زیر طبع

ملنے کا پتہ

نراتن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب چوک فتح پوری دہلی۔

شوخیاں - ڈاکٹر صاحب کے مقبول عام ناول چار ادھیائے کا دلکش اور سلیس ترجمہ۔ از احسان بی۔ اے قیمت ۱۲؎

خاموش حسن - خیالات کی بلندی، مذاق کی پاکیزگی، زبان کی لطافت، اور نگاہ کی وسعت میں کوئی مصنف مرحوم ٹیگور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ سازوں کے تاروں کو اس طریقہ سے چھیڑتا ہے، اور ان سے وہ موسیقی پیدا کرتا ہے، کہ پڑھنے والے پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا ہے، خاموش حسن ان ہی کی دس رنگین اور دلکش کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (۱۸؎)

پھول اور کلیاں - یہ ڈاکٹر صاحب کے پچیس بہترین پھول اور کلیوں کا گلدستہ ہے۔ ان افسانوں کا ترجمہ جناب تیر تھ رام صاحب فیروزپوری نے کیا ہے۔ قیمت ۱۰؎

کمودنی - ڈاکٹر صاحب کی مشہور تصنیف کمودنی کا اردو ترجمہ اس کتاب میں انسانی زندگی کے اسرار کو بے نقاب کیا گیا ہے مترجمہ روشن بی اے قیمت ۱۲؎

الجھن - ڈاکٹر صاحب کی بے نظیر سوشل ناول THE WRCK کا بامحاورہ اردو ترجمہ از قلم حضرت یزدانی جالندھری زیر طبع

چوکھیر دالی - یہ ناول بھی ڈاکٹر صاحب موصوف کے بے حد مقبول بنگالی ناول "چوکھیر دالی" کا ترجمہ ہے۔ جو کہ حضرت یزدانی جالندھری کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ زیر طبع

ملنے کا پتہ:۔ نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب چوک فتحپوری دہلی

گیتانجلی معہ تشریح

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور مرحوم کی یہ وہ لاجواب و غیر ثانی تصنیف ہے۔ جس نے ہمارے ہندوستان کو غیر ملکوں کی مغرور نظروں میں اونچا اٹھایا۔ اور مصنف مرحوم کو ایک لاکھ بیس ہزار کا نوبل پرائز ملا۔ آپ نے گیتانجلی کے بے شمار تراجم دیکھے ہوں گے، مگر اس کے مفہوم کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں گے، ہم نے ٹیگور فلاسفی کے ماہر پروفیسر نرمل چندر سے اس کا ترجمہ کروایا ہے۔ اور قابل مترجم نے اس میں گیتانجلی کے اصلی مفہوم کو سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے،

قیمت فی جلد ایک روپیہ چار آنہ ؏ہ

ملنے کا پتہ

نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب چوک فتحپوری دہلی۔

اسے جس نجات کی تلاش ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو خود ٹیگور کے تخیّل کے سامنے ایک مرتبہ صبح سویرے جلوہ گر ہوئی تھی۔ جب مجمع کے شور و شغب میں اس نے ایک پرانے دیہاتی گیت کا یہ بول سنا تھا۔

ناؤ والے مجھے دریا کے اس پار لے چل!

بقول ییٹس (YEATS) اسٹیج پر اس ڈرامے کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مصنّف نے اسے ہر جہت سے کامیاب بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور باذوق تماشہ بینوں میں اس کو دیکھ کر نرمی اور سکون کا احساس ہوتا ہے۔

بلین بازار، مونگیر

۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء

جمیل احمد کندھاپوری۔

افرادِ ڈراما

مادھو

امل، ایک کمسن لڑکا جس کو مادھو نے گود لیا ہے۔

سودھا، پھول بیچنے والی چھوٹی سی لڑکی۔

وید

دہی بیچنے والا۔

چوکیدار

جعفر

گاؤں کا مکھیا، شریر اور بدمزاج

بادشاہ کا نقیب

شاہی طبیب

ڈاک گھر

پہلا ایکٹ

(مادھو کا مکان)

مادھو۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا! جب تک یہ بچہ گود نہ لیا تھا۔ مجھے کسی بات کی پرواہ نہ تھی ——— میں کس قدر آزاد اور بے فکر تھا۔ مگر اب اس کے یہاں آجانے کے بعد میرے دل کے گوشہ گوشہ میں وہ سما گیا ہے۔ وہ نہ ہوگا۔ تو اس گھر کے در و دیوار مجھے کاٹ کھائیں گے۔ ویدجی! بتاؤ تو سہی کیا وہ ———

وید۔ اگر اس کی قسمت میں زندگی ہوگی۔ تو وہ ضرور بچ جائے گا۔ مگر ویدک